# اسلامی دارالافتاء اور منصب مفتی

## ایک تحقیقی مطالعہ

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز (کراچی یونیورسٹی)

ظہور اسلام سے اہل اسلام اپنے مذہب کی تعلیمات نسل در نسل حاصل کرتے رہے ہیں۔ سابقون الاولون نے تعلیم دین براہ راست جناب سرور کائنات خاتم الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کی اور نبی اکرم نے امت کو تعلیم دین اس فریضہ کی ادائیگی کے طور پر فرمائی جس کے لئے آپ مبعوث کئے گئے تھے اور اس حکم کی تعمیل فرمائی جو آپ کو آپ کے رب نے ان الفاظ میں دیا تھا۔

"یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک، وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ" (المائدۃ: ٦٧)

صحابہ کے بعد کے لوگوں نے تعلیم دین ان لوگوں سے پائی جو "ورثہ رسول" اور حاملین دین متین قرار پائے امت کے اس گروہ نے تبلیغ دین کا فریضہ اس حکم ربانی کے پیش نظر انجام دیا "لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ" (آل عمران: ١٨٧) نیز ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولٰئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللٰعنون (البقرۃ: ١٥٩)

چونکہ ان اہل علم کے نزدیک (حسب حکم الہٰی) کتمان دین موجب لعنت تھا اس لئے انہوں نے تبلیغ دین میں کوئی کسر نہیں رہنے دی۔

قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے دیگر اوصاف کے علاوہ سابقون الاولون کے ان سوالات کو بھی محفوظ رکھا ہے جو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم دین کے سلسلہ میں کیا کرتے تھے۔ ان سوالات کی حفاظت اس لئے بھی ممکن ہوئی کہ یہ نزول وحی کا زمانہ تھا اور احکام شرعیہ کے بارے میں استفسارات یا بیان شدہ احکامات کی تشریح و توضیح کے سلسلہ میں سوالات کے جوابات بذریعہ وحی دیئے جاتے تھے۔ اکثر و بیشتر اس قسم کے استفسارات کے لئے جو صیغہ قرآن نے استعمال کیا ہے وہ "سوال" کا ہے اور بسا اوقات لفظ "استفسار" استعمال ہوا ہے جس کے معنی "طلب فتویٰ" ہیں اس قسم کے بعض سوالات سورۃ بقرہ میں ہیں جن کی تعداد سات ہے (۱) ایک سوال سورۃ مائدہ ایک سورۃ انفال اور دو سورۃ النساء میں ہیں۔ (۴،۳،۲) مثلاً

ویسالونك عن المحیض قل ھو اذی ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

ویسالونك فی النساء قل اللہ یفتیکم فیھن ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

یہ تو سوالات و استفسارات کی وہ قسم ہے جو اہل ایمان کی طرف سے کئے گئے یا تعلیم و اخذ دین کی خاطر تھے اور جن کے پیچھے جذبہ مشتبہ (Positive Thinking) کارفرما تھا۔ جبکہ استفسارات کی دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق اعداء اسلام سے ہے ایسے استفسارات ہمارا موضوع بحث نہیں کیونکہ ان کا مقصد حقائق دین جاننا ہرگز نہ تھا بلکہ غرض دین میں جدال و فساد اور خواہ مخواہ کی بحث و تکرار پیدا کرنا تھا تاکہ لوگوں بالخصوص نو مسلموں کے ذہن کو پراگندہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کیا جا سکے۔ ایسے استفسارات کی مثال؛

ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی (۵) ہے۔

جہاں قرآن کریم نے دینی نوعیت کے ایسے استفسارات جو صیغہ سوال سے شروع ہوتے ہیں انہیں محفوظ کیا وہیں سنت رسول ؐ نے ایسے متعدد استفسارات کی حفاظت کا بندوبست کر دیا جن میں صیغہ استفتار یا افتار کا استعمال زبان رسالت یا کلام صحابہ و تابعین سے ثابت ہے۔ اس قسم کے استفسارات کے کتب صحاح وسنن مسانید کا ذخیرہ مملو ہے۔ چنانچہ اسی نہج پر چلتے ہوئے سلف صالحین کی اتباع میں مسلمانوں کے ہاں استفتار و افتار کی سنت جاری ہوئی اور اس کے لئے لفظ فتویٰ کا استعمال عام ہوا۔ اب ہر دینی معاملہ و شرعی استفسار استفتار یا فتویٰ کہلاتا ہے۔

## لفظ فتویٰ کا اشتقاق اور فقہار کے ہاں اسکے اصطلاحی معنی

لغت کی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ لفظ "الفتویٰ" اشتقاقی لحاظ سے لفظ "الفتار" سے گہرا تعلق رکھتا ہے اور الفتار کے معنی نو عمری کے ہوتے ہیں کہا جاتا ہے فتو، یفتو، فتاو، وفتی، یفتی، فتی، فہو فتی السن یعنی نوعمر۔

علامہ ابن منظور افریقی نے لسان العرب میں اور ان کی متابعت میں ابو حیان نے اپنی تفسیر میں اس آیت کریمہ (ویستفتونك فی النساء) کے (۶) ضمن میں لکھا ہے "الفتیا، تبیین المشکل من الاحکام" یعنی فتیا کے معنی احکام میں مشکل امور کی وضاحت، اور اسکی اصل "الفتی" ہے جس کے معنی ایسا نوجوان جو پروان چڑھ رہا ہو اور توانا ہو گویا مفتی وہ ہے جو ایسے امور کی وضاحت کر کے انہیں جاندار بنا دے جن کا سمجھنا ویسے دشوار ہو۔

امام رازی نے (افتونی فی امری) کے معنی میں لکھا ہے ای افتونی، اجیبونی فی الامر الفتی۔ یعنی اس مشکل امر میں مجھے مشورہ دو، جواب دو۔ اور فتویٰ کے معنی کسی مسئلہ

میں نیا جواب ہیں۔ گویا یہ لفظ "حدیث السن" یا نوعمری کے لئے استعمال ہونے والے صیغہ فتی سے استعارہ لیا گیا ہے۔ (۷) شافعیہ کا کہنا ہے کہ فتویٰ کے معنی کسی نئے پیش آمدہ مسئلہ کا نیا جواب ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ پیش آمدہ مسئلہ یا تو فی نفسہ بالکل نیا ہوگا یا پھر اس سے ملتے جلتے مخصوص مسائل کے اعتبار سے وہ نیا ہوگا۔ (۸)

اصطلاح فقہاء میں فتویٰ کے معنی کسی شرعی مسئلہ میں مستفتی کو اس پر عمل کا پابند کئے بغیر حکم شرعی کو بیان کر دینا ہے اور استفتار کا جواب مفتی کی جانب سے زبانی ہوگا الا یہ کہ سائل تحریری سوال کرے اور اس کا تحریری جواب چاہے۔

چونکہ دینی امور میں فتوی دینے کی ذمہ داری انتہائی اہم ہے اور مسلمانوں کی زندگی پر فتوی کے مثبت یا منفی اثرات بھی یقینی ہیں۔ اس لئے مختلف مذاہب فقہ کے علماء نے فتویٰ نویسی یا "افتاء" کو خصوصی اہمیت دی ہے اور اس کے لئے باقاعدہ قواعد وضوابط مقرر کئے ہیں جن کا لحاظ رکھنا اور ان سے غفلت نہ برتنا مفتی کے لئے انتہائی ضروری ہے تاکہ اس شعبہ کو بازیچہ اطفال نہ بنا لیا جائے۔ ایسے لوگ جو اس منصب کے اہل نہ ہوں انہیں اس منصب کے وقار کی پامالی کا باعث نہ بننا چاہیئے اور اہل ہوا وہوس کو اسے اپنی خواہشات کا تختہ مشق نہ بنانا چاہیئے تاکہ "افتاء" مذاق بن کر نہ رہ جائے۔

اس کا صحیح علاج ابو القاسم الصمیری محمد بن اسحاق نے (م ۲۷۵ھ) ابو بکر خطیب بغدادی نے، ابو عمرو عثمان بن اصلاح نے، امام نووی نے شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی نے، شمس الدین ... ابن قیم جوزیہ نے اور برہان الدین ابن فرحون نے تجویز کیا ہے اسی طرح گیارہویں صدی ہجری کے بعض مشائخ۔ جیسے ابراہیم اللقانی، منصور بن یونس البہوتی اور تیرہویں صدی کے بعض علماء جیسے محمد بن علی السنوسی نے اس کا حل تجویز کیا ہے۔ اسی طرح مختصر خلیل کے بعض شارحین

جیسے الخطاب اور تحفہ ابن عاصم کے بعض شارحین جیسے التسولی وغیرہ نے بھی اس موضوع پر لکھا ہے۔ یہ تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ فتوی کے غلط استعمال و اصدار کے نتائج بہر حال خطرناک ہو سکتے ہیں۔ لہذا اس منصب پر ایسے ہی شخص کو فائز ہونا چاہیئے جس کی علمی ثقاہت، فکری نزاہت نیز دین سے پختہ تعلق مسلم ہو۔

## کار افتار کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے؟

امام مالک کہتے ہیں کسی عالم کو اس وقت تک فتویٰ دینے کا اختیار نہیں جب تک لوگ (اہل علم) اسے اس لائق قرار نہ دیں۔ یعنی اس کی اہلیت پر علمار صاد کریں اور وہ خود بھی اپنے آپ کو اس قابل سمجھتا ہو (۹) امام دار الہجرۃ امام مالک خود اپنے بارے میں کہتے ہیں میں نے اس وقت تک فتویٰ دینا شروع نہیں کیا جب تک (۷۰) جید علمار نے اس بات کی توثیق نہیں کی کہ میں اس کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ (۱۰)
المازری کہتے ہیں:" قاضی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی کو مفتی مقرر کرے بلکہ فقہار ہی کسی کو یہ منصب سونپ سکتے ہیں۔ (۱۱)

خطیب بغدادی کہتے ہیں امام (حاکم) کو چاہیئے کہ وہ مفتیوں کے ذاتی کردار کی اور علمی حیثیت کی چھان بین کرے پھر جسے اس قابل پائے اس کا تقرر کرے اور جس میں یہ صلاحیت نہ پائے اسے معزول کر دے بلکہ اس کو ڈرا بھی دے کہ بلا اہلیت وہ اس منصب تک دوبارہ پہنچا تو اسے سزا دی جائے گی رہا مسئلہ یہ کہ امام (حاکم) کس طرح صحیح مفتی کا انتخاب کرے تو اس کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ وہ ہم عصر علمار سے دریافت کرے اور ان میں سے ثقہ علمار کی رائے کو اختیار کرے۔" (۱۲)

ابو الفرج ابن جوزی کہتے ہیں کہ ایسے لوگ جو فتویٰ دینے کے اہل نہ ہوں مگر

مفتی بن بیٹھیں ان کے ساتھ وہی کرنا چاہیئے جو بنو امیہ نے کیا کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں خود تو راستہ معلوم نہیں مگر سواروں کو راستہ و منزل بتلاتے ہیں یا ان کی مثال ان لوگوں کی سی ہے. جنہیں طب کی ابجد تک معلوم نہیں مگر معالج بنے بیٹھے ہیں. بلکہ خود ساختہ مفتی تو ان تمام قسم کے لوگوں سے بدتر ہے اور جب ایک ایسے شخص کو علاج کرنے کی حکومت اجازت نہیں دیتی جو ماہر طبیب نہ ہو بلکہ صرف عطائی ہو تو پھر کسی ایسے شخص کو "افتاء" کی اجازت دینا جو کتاب و سنت کا عالم اور فقیہ نہ ہو سراسر ظلم و زیادتی ہے۔

اس موقف کی تائید اس حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھی ہوتی ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں کہ. اللہ تعالیٰ علم کو یوں نہیں اٹھائے گا کہ علم ہی اچک لیا جائے بلکہ علم اس طرح اٹھایا جائے گا کہ کوئی عالم نہ رہے گا اور لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنانے لگیں گے جو بغیر علم کے لوگوں کے استفسارات پر فتویٰ جاری کرنے لگیں گے چنانچہ یہ جو خود گمراہ ہیں اوروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

حافظ ابن حجر نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ افتاء میں حقیقتاً سرداری ہے اور اس حدیث سے انہوں نے جاہل مفتیوں کی مذمت پر استدلال کیا ہے بعض مشائخ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جاہل قسم کے مفتیوں پر سخت برہم ہوتے یہاں تک کہ کسی نے ابن قیم سے ازراہ تمسخر کہہ دیا کہ آپ مفتیوں کے محتسب ہیں؟ اس پر انہوں نے کہا، کیوں نہیں؟ اگر روٹی پکانے والوں اور باورچیوں پر محتسب مقرر ہو سکتا ہے تو مفتیوں پر محتسب کیوں نہیں ہو سکتا (۱۳)

تحفہ ابن عاصم کے شارح شیخ التسولی کے زمانہ (۱۲۴۳ھ) میں "المغرب" میں احتیاطی تدابیر کے طور پر امام (حاکم) کو مفتیوں کی نگرانی و سرزنش کی ذمہ داری بھی سونپی گئی تھی۔ نظام قضاء پر جاہل مفتیوں کے فتاویٰ کے منفی اثرات کے

پیش نظر افتاء عام پر پابندی لگا دی گئی تھی۔ التسولی نے اس پابندی پر تنقید کی اور کہا کہ افتاء قضاء کی طرح فرض کفایہ ہے (۱۴) (جاری)

## الحواشی

(۱) آیات ۱۸۹-۲۱۵-۲۱۷-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۲-سورۂ البقرہ

(۲) المائدہ : آیت : ۴

(۳) سورۃ الانفال : آیت : ۱

(۴) سورۃ النساء آیت نمبر ۱۲۷-۱۷۶

(۵) ابن العربی، احکام القرآن جلد ۱ صـ۵۰۳

(۶) ابوحیان۔ تفسیر ابی حیان جلد ۲ صـ۳۵۹

(۷) فخرالدین رازی، تفسیر کبیر۔ جلد ۶ صـ۳۰۸

(۸) ابراہیم اللقانی۔ اصول الفتوی صـ۴۳-۴۴۔ (غیر مطبوعہ)

(۹) القرافی۔ الفروق۔ جلد ۲۔ صـ۱۱۰

(۱۰) النووی، المجموع جلد ۱۔ صـ۴۱

(۱۱) التسولی۔ جلد ۱ صـ۴۵

(۱۲) ادب الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۵۲

(۱۳) ابن قیم۔ اعلام الموقعین۔ ج ۴۔ ص ۱۸۹

(۱۴) التسولی علی التحفہ، ج ۱ ص ۴۵